فرمودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جاننا چاہیئے۔ کہ عالم آخرت درحقیقت دنیوی عالم کا ایک عکس ہے۔ اور جو کچھ دنیا میں روحانی طور پر ایمان اور ایمان کے نتائج اور کفر اور کفر کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ عالم آخرت میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائینگے اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔

من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی۔

یعنی جو اس جہان میں اندھا ہے۔ وہ اُس جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ ہمیں اِس تمثیلی وجود سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ذرا سوچنا چاہیئے کہ کیونکہ روحانی امور عالم رؤیا میں متمثل ہو کر نظر آجاتے ہیں۔ اور عالم کشف تو اُس سے بھی عجیب تر ہے۔ کہ وجود عادم غیبت حِس اور بیداری کے روحانی امور طرح طرح کے جسمانی اشکال میں انہیں آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ بسا اوقات عین بیداری میں اُن روحوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں۔ اور وہ اِسی دنیوی زندگی کے طور پر اپنے اصلی جسم میں اِسی دنیا کے کپڑوں میں سے ایک پوشاک پہنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور باتیں کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اُن میں سے مقدس لوگ باذنہٖ [illegible] آئندہ کی خبریں دیتے ہیں۔ اور وہ خبریں مطابق واقعہ نکلتی ہیں۔ بسا اوقات عین بیداری میں ایک شربت یا کسی قسم کا میوہ عالم کشف سے ہاتھ میں آتا ہے۔ اور وہ کھانے میں نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ اور اِن سب امور میں یہ عاجز صاحب تجربہ ہے۔ کشف کی اعلیٰ قسموں میں سے یہ ایک قسم ہے۔ کہ بالکل بیداری میں واقع ہوتی ہے۔ اور یہاں تک اپنے ذاتی تجربہ سے دیکھا گیا ہے۔ کہ ایک شیریں طعام یا کسی قسم کا میوہ یا شربت غیب سے نظر کے سامنے آگیا ہے اور وہ ایک غیبی ہاتھ سے منہ میں پڑتا جاتا ہے۔ اور زبان کی قوت ذائقہ اُس کے لذیذ طعم سے لذت اٹھاتی جاتی ہے۔ اور دوسرے لوگوں سے باتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اور حواس ظاہری بخوبی اپنا اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ اور یہ شربت یا میوہ بھی کھایا جا رہا ہے۔ اور اس کی لذت اور حلاوت بھی ایسی ہی کھلے کھلے طور پر معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ وہ لذّت اُس لذت سے نہایت لطف دار ہوتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ وہ وہم ہوتا ہے۔ یا صرف بے بنیاد تخیلات ہوتے ہیں۔ بلکہ واقعی طور پر وہ خدا جس کی شان بکل خلق علیم ہے ایک قسم کے خلق کا تماشا دکھا دیتا ہے پس جبکہ اس قسم کی خلق اور پیدائش کا دنیا ہی میں نمونہ دکھائی دیتا ہے اور ہر یک زمانہ کے عارف اسکے بارے میں گواہی دیتے چلے آتے ہیں۔ تو پھر وہ تمثلی خلق اور پیدائش جو آخرت میں ہوگی۔ اور میزانِ اعمال نظر آئیگی اور پل صراط نظر آئیگا اور ایسا ہی بہت سے اور امور روحانی جسمانی تشکل کے ساتھ نظر آئینگے۔ اِس سے کیوں عقلمند تعجب کرے۔ کیا جس نے یہ سلسلہ تمثلی خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی عارفوں کو دکھا دیا ہے اُس کی قدرت سے یہ بعید ہے۔ کہ وہ آخرت میں بھی دکھا دے۔ بلکہ ان تمثلات کو عالم آخرت سے نہایت مناسبت ہے، کیونکہ جس حالت میں اس عالم میں جو کمال انقطاع کا تجلی گاہ نہیں ہے۔ یہ تمثلی پیدائش تزکیہ یافتہ لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر عالم آخرت میں اکمل اور اتم انقطاع کا مقام ہے۔ کیوں نظر نہ آئے۔

یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ انسان عارف پر اِسی دنیا میں وہ تمام عجائبات کشفی رنگوں میں کھلجاتے ہیں کہ جو ایک محجوب آدمی قصّہ کے طور پر قرآن کریم کی اُن آیات میں پڑھتا ہے جو معاد کے بارہ میں خبر دیتی ہیں۔ سو جسکی نظر حقیقت تک نہیں پہنچتی۔ وہ ان بیانات سے تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اُس کے دل میں اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا عدالت کے دن تخت پر بیٹھنا اور ملائک کا صف باندھے کھڑے ہونا اور ترازو میں عملوں کا تُلنا۔ اور لوگوں کا پلصراط پر سے چلنا اور سزا جزا کے بعد موت کو بکرے کی طرح ذبح کر دینا اور ایسا ہی اعمال کا خوش شکل یا بدشکل انسانوں کی طرح لوگوں پر ظاہر ہونا اور بہشت میں دودھ اور شہد کی نہریں چلنا وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں صداقت اور معقولیت سے دُور معلوم ہوتی ہیں +

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار "الحکم" تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا۔

حسن و احسان میں یکتا محبوب کی سیرت کے چند ٹکڑے

آپ سائل کو ردّ نہ کرتے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سائل کو کبھی ردّ نہ کرتے تھے۔ آپ کی زندگی اما السّائل فلا تنھر کی ایک عملی تفسیر تھی۔ حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک دن ایسا ہؤا۔ کہ نماز عصر کے بعد آپ معمولاً اُٹھے اور مسجد کی کھڑکی میں اندر جانے کے لئے پاؤں رکھا۔ اتنے میں ایک سائل نے آہستہ سے کہا۔ میں سوالی ہوں حضرت کو اُس وقت ایک ضروری کام تھا۔ اور کچھ اُس کی آواز بھی دوسرے لوگوں میں مل جل گئی تھی۔ جو بعد نماز اٹھے اور آپس میں عادتاً کوئی نہ کوئی بات کرتے تھے۔ غرض حضرت سرزدہ اندر چلے گئے اور التفات نہ کیا۔ مگر جب نیچے گئے۔ وہی دھیمی آواز جو کان میں پڑی تھی اب اُس نے اپنا نمایاں اثر آپ کے قلب پر کیا جلد واپس تشریف لائے۔ اور خلیفہ نورالدین صاحب کو آواز دی۔ کہ ایک سائل تھا۔ اُس کو دیکھو کہاں ہے! وہ سائل آپ کے بعد چلا گیا خلیفہ صاحب نے ہرچند ڈھونڈا۔ پتہ نہ ملا شام کو حسب عادت نماز پڑھ کر بیٹھے وہی سائل آگیا۔ حضرت نے بہت جلدی جیب سے کچھ نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور اب ایسا معلوم ہؤا۔ کہ آپ ایسے خوش ہوئے ہیں۔ کہ گویا کوئی بوجھ آپ کے اوپر سے اُتر گیا ہے۔ چند روز بعد ایک تقریب کے موقعہ پر ذکر کیا۔ کہ اس دن جو سائل نہ ملا میرے دل پر ایسا بوجھ تھا۔ کہ سخت بے قرار کر رکھا تھا اور مجھے ڈر تھا۔ کہ مجھ سے معصیت سرزد ہوئی ہے کہ میں نے سائل کی طرف دھیان نہیں کیا۔ اور یوں جلدی اندر چلا گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آگیا۔ ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا۔ اور میں نے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالےٰ اس کو واپس لائے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ضبط نفس

میر عباس علی صاحب کے نام سے سلسلہ میں نئے آنیوالے لوگ کم واقف ہونگے۔ میر صاحب ایک انگریزی خوان لدھیانہ کے صوفی تھے اور شروع شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نہایت محبت اور اخلاص کا دعویٰ رکھتے تھے۔ براہین احمدیہ کی اشاعت میں انہوں نے بہت محنت کی۔ مگر دعوئ مسیحیت کے ساتھ اُن کو بدظنی ہوئی۔ اور کوئی پنہائی معصیت انکو انکار اور تکذیب کی طرف لے گئی۔ جالندھر کے مقام پر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اعتراضات کر رہے تھے حضرت مخدوم الملت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ بھی اُس مجلس میں موجود تھے۔ اور مجھے خود انہوں نے ہی یہ واقعہ سنایا۔ مولانا نے فرمایا۔ کہ میں دیکھتا تھا۔ کہ میر عباس علی صاحب ایک اعتراض کرتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نہایت شفقت و رافت اور نرمی سے اس کا جواب دیتے تھے۔ اور جوں جوں حضرت صاحب اپنے جواب اور طریق خطاب میں نرمی اور محبّت کا پہلو اختیار کرتے میر صاحب کا جوش بڑھتا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ

کُھلی کُھلی بے حیائی اور بے ادبی پر اُتر آیا۔

اور تمام تعلقات دیرینہ اور شرافت کے پہلوؤں کو ترک کرکے تُو تُو مَیں مَیں پر آگیا۔ میں دیکھتا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حالت میں اُسے یہی فرماتے جناب میر صاحب آپ میرے ساتھ چلیں، میرے پاس رہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے لئے کوئی نشان ظاہر کر دیگا۔ اور آپ کو راہنمائی کریگا۔ وغیرہ وغیرہ مگر میر صاحب کا غصّہ اور بے باکی بہت بڑھ گئی۔

مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں حضرتؑ کے حلم اور ضبطِ نفس کو دیکھتے ہوئے بھی میر عباس علی صاحب کی اس سبک سری کو برداشت نہ کر سکا۔ اور میں جو دیر سے پیچ وتاب کھا رہا تھا۔ اور اپنے آپ کو بے غیرتی کا مجرم سمجھ رہا تھا۔ کہ میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر یہ اس طرح پر حملہ کر رہا ہے۔ اور میں خاموش بیٹھا ہوں۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں باوجود اپنی معذوری کے اس پر لپکا اور للکارا اور ایک تیز آوازہ اُس پر کسا۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ وہ اُٹھ کر بھاگ گیا۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنے ضبطِ نفس اور حلم کا جو نمونہ دکھایا۔ مَیں اُسے دیکھتا تھا۔ اور اپنی حرکت پر منفعل ہوتا تھا۔ مگر مجھے خوشی بھی تھی۔ کہ میں نے اپنے آپ کو بے غیرتی کا مجرم نہیں بنایا۔ کہ وہ میرے سامنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شان میں ناگفتنی بات کہے اور میں سنتا رہوں۔ گو بعد کی معرفت سے مجھ پر یہ کھلا۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ادب میرے اِس جوش پر غالب آنا چاہیئے تھا۔

(عرفانی)

بطل پنجاب مہتہ عبدالخالق صاحب قادیانی کی انبالہ چھاؤنی میں شاندار کامیابی

مورخہ 15/9/38 کو معززین انبالہ چھاؤنی کی طرف سے سائیکل ریس کے مقابلہ کا انتظام کیا گیا۔ مقابلہ میں کئی ایک نامور و مشہور انگریز اور ہندوستانی سائیکلسٹوں نے حصہ لیا۔ اور ہر ایک کو اپنے ہنر پر ناز تھا۔

جماعت احمدیہ کے ایک نونہال نوجوان مہتہ عبدالخالق صاحب قادیانی ابن حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے بھی حصّہ لیا۔

مورخہ 16/9/38 کو چار میل کی فائنل ریس ہوئی جو بیس چکروں میں ختم ہوتی تھی۔

مہتہ صاحب موصوف ۱۵ چکروں کے بعد سب سے آگے نکل گئے۔ اور ایک مکمل چکر زیادہ کر لیا۔ یہ ریس تقریباً ۱۲ منٹ میں ختم کرکے مہتہ صاحب موصوف نے نہایت شاندار فتح حاصل کر لی۔

معززین مذکور کی طرف سے مہتہ صاحب کو مسٹر برک آئی۔ سی۔ ایس سشن جج انبالہ نے ایک بڑا کپ بطور انعام دیا۔ اور تقسیم انعام سے پیشتر معززین شہر میں سے ایک نے مہتہ صاحب کا بزبان انگریزی پبلک سے شاندار الفاظ میں تعارف کراتے ہوئے فرمایا:—

"آپ صاحبان یہ سنکر خوش ہونگے کہ مسٹر عبدالخالق صاحب مہتہ بطلِ پنجاب ہیں۔ اور کہ انہوں نے آپ کے سامنے اپنے مخصوص انداز میں نمایاں فتح حاصل کی ہے۔ اور ہم انہیں اس کامیابی پر مبارکباد کہتے ہیں"

بعض شائقین نے مہتہ صاحب کی فوٹو بھی لی۔ اور یوں تو ان کی اس فوقیت کا چرچہ عام ہوگیا ہے اور آپ اس حلقہ میں خصوصیّت سے یاد کئے جاتے ہیں۔

یہ امر خصوصیّت سے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جہاں مہتہ صاحب کی ذاتی خصوصیت کی تعریف ہو رہی ہے وہاں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے افراد کا ہر بات میں خاص خصوصیت رکھنے کا بھی اعتراف کیا جا رہا ہے۔

ہم افراد جماعت احمدیہ انبالہ چھاؤنی اس شاندار کامیابی پر مہتہ عبدالخالق اور انکے والد بزرگوار اور انکے بھائی مہتہ عبدالقادر فورمین ایم۔ ای۔ ایس بجلی گھر کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور مہتہ صاحب عبدالخالق کی مزید ترقی کیلئے دعاگو ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔ آمین

خاکسار مرزا البشیر احمد آف لنگروال سیکرٹری جماعت احمدیہ انبالہ چھاؤنی

سیرت المہدی کا ایک ورق

ہندوستان میں ایک نامی گرامی سجادہ نشین ہیں لاکھ سے زیادہ اُن کے مرید ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے قرب کا انہیں دعویٰ بھی بڑا ہے۔ اُن کے بہت ہی قریب کے متعلقین سے ایک نیک بخت عورت کو کچھ مدت سے ہمارے حضرت کے اندرون خانہ میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ وہ حضرت اقدس کے گھر میں فرشتوں کی طرح رہنا نہ کسی سے نوک ٹوک نہ کسی سے چھیڑ چھاڑ جو کچھ کہا گیا اس طرح مانتے ہیں۔ جیسے ایک واجب الاطاعت مطاع کے امر سے انحراف نہیں کیا جاتا۔ ان باتوں کو دیکھ کر وہ حیران ہو ہو جاتیں۔ اور بارہا تعجب سے کہہ چکی ہیں کہ ہمارے حضرت شاہ صاحب کا حال تو سراسر اس کے خلاف ہے۔ وہ جب باہر سے زنانہ میں آتے ہیں۔ تو ایک ہنگامہ رستخیز بپا ہو جاتا ہے۔ اُس لڑکے کو گھور اس خادمہ سے خفا۔ اس بچہ کو مار۔ بیوی سے تکرار ہو رہی ہے کہ نمک کھانے میں کیوں زیادہ یا کم ہو گیا۔ یہ برتن یہاں کیوں رکھا ہے۔ اور وہ چیز وہاں کیوں دھری ہے۔ تم کیسی پھوہڑ بدمذاق اور بے سلیقہ عورت ہو۔ اور کبھی جو کھانا طبع عالی کے پسند نہ ہو۔ تو آگے سے برتن دیوار سے پٹخ دیتے ہیں۔ اور بس ایک کہرام گھر میں مچ جاتا ہے عورتیں بلک بلک کر خدا سے دعائیں کرتی ہیں۔ کہ شاہ صاحب باہر ہی رونق افروز رہیں۔ اگر کبھی کوئی خاص فرمائش کی ہے کہ وہ چیز ہمارے لئے تیار کر دو۔ اور عین اسوقت کسی ضعف یا عارضہ کا مقتضا تھا۔ کہ وہ چیز لازماً تیار ہوتی۔ اور اس کے انتظار میں کھانا بھی نہیں کھایا۔ اور کبھی کبھی جو لکھنے یا توجہ الی اللہ سے نزول کیا تھا۔ تو یاد آیا کہ کھانا کھانا ہے۔ اور منتظر ہیں کہ وہ چیز آتی ہے۔ آخر وقت اس کھانے کا گذر گیا۔ اور شام کے کھانے کا وقت آگیا ہے۔ اس پر بھی گرفت نہیں۔ اور جو نرمی سے پوچھا ہے۔ اور عذر کیا گیا ہے۔ تو مسکرا کر الگ ہو گئے۔ اللہ اللہ ادنےٰ خدمتگار اور اندر کی عورتیں جو کچھ چاہتی ہیں۔ پکاتی کھاتی ہیں اور ایسا تصرف ہے۔ کہ گویا اپنا ہی گھر اور اثاثہ البیت ہے۔ اور حضرت کے کھانے کے متعلق کبھی بھول اور تغافل بھی ہو جائے۔ تو کوئی گرفت نہیں۔ کبھی نرم لفظوں میں بھی یہ نہ کہا۔ کہ دیکھو یہ کیا حال ہے تمہیں خوف خدا کرنا چاہیئے۔ یہ باتیں ہیں۔ جو یقین دلاتی ہیں۔ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا سچ ہے۔ کہ میں اپنے رب کے ہاں سے کھاتا ہوں اور پیتا ہوں۔ اور حضرت امام فرماتے ہیں ؎

من می زیم بوحی خدائے کہ بامن ست
پیغام اوست چوں نفس روح پرورم

حقیقت میں اگر یہ سچ نہ ہو۔ تو کون تاب لا سکتا ہے۔ اور ان خوق العادت فطرت رکھنے والے انسانوں کے سوا کس کا دل گردہ ہے۔ کہ ایسے حالات پر قناعت کر سکے

مجھے یاد ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ لکھ رہے تھے۔ ایک خادمہ کھانا لائی۔ اور حضرتؑ کے سامنے رکھ دیا۔ اور عرض کیا کہ کھانا حاضر ہے۔ فرمایا خوب کیا مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ اور میں آواز دینے کو تھا۔ وہ چلی گئی۔ اور آپ پھر لکھنے میں مصروف ہو گئے۔ اور اتنے میں ایک کُتّا آیا۔ اور بڑی فراغت سے سامنے بیٹھ کر کھانا کھایا اور برتنوں کو بھی خوب صاف کیا۔ اور بڑے سکون و وقار سے چلدیا۔ اللہ اللہ ان جانوروں کو بھی کیا عرفان بخشا گیا ہے۔ کہ وہ کتّا اگرچہ رکھا ہوا اور سدھا ہوا نہ تھا۔ مگر خدا معلوم اُسے کہاں سے یہ یقین ہو گیا۔ کہ یہ پاک وجود بے شر اور بے ضرر وجود ہے۔ اور یہ وہ ہے۔ کہ جس نے کبھی چیونٹی کو بھی پاؤں تلے نہیں مسلا۔ اور جس کا ہاتھ کبھی دشمن پر بھی نہیں اٹھا۔ غرض ایک عرصہ کے بعد وہاں ظہر کی اذان ہوئی۔ تو آپ کو پھر کھانا یاد آیا۔ آواز دی۔ اور خادمہ دوڑی آئی۔ اور عرض کیا۔ کہ میں تو مدت ہوئی کھانا آپکے آگے رکھ کر آپ کو اطلاع کرا آئی تھی۔ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اچھا تو ہم شام ہی کو کھائیں گے۔

حضرتؑ کی زوجہ محترمہ آپ سے بیعت ہیں۔ اور آپ کے منجانب اللہ ہونے پر صدق دل سے ایمان رکھتی ہیں۔ سخت سے سخت بیماریوں اور اضطرات کے وقتوں میں جیسا اعتماد انہیں حضرت کی دعا پر ہے۔ کسی چیز پر نہیں۔ وہ ہر بات میں حضرت کو صادق اور مصدوق مانتی ہیں جیسے کوئی جلیل سے جلیل اصحابی مانتا ہے۔ ان کے کامل ایمان اور راسخ الاعتقاد کا ایک بیّن ثبوت سنیئے۔ عورتوں کی فطرت میں سوت کا کیسا بڑا تصور ودیعت کیا گیا ہے کوئی بھیانک اور قابل نفرت چیز عورت کے لئے سوت سے زیادہ نہیں۔ عربی میں سوت کو ضرّہ کہتے ہیں حضرتؑ کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کیلئے جو ایک نکاح کے متعلق تھی جس کا ایک حصّہ خدا کے فضل سے نہایت صفائی سے پورا ہوا اور دوسرا حصّہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے رنگ میں پورا کر دیا حضرت کی بیوی صاحبہ مکرمہ نے بار بار رو رو کر دعائیں کی ہیں۔ اور بارہا خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہا ہے۔ کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے۔ مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں۔ کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں۔ اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور جھوٹ کا زوال و ابطال ہو۔ ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرتؑ نے پوچھا۔ آپ کیا دعا مانگتی ہیں؟ آپ نے بات سنائی کہ یہ دعا مانگ رہی ہوں۔ حضرتؑ نے کہا۔ کہ سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے اس کا پاس ہے۔ کہ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں۔ خواہ میں ہلاک کیوں نہ ہو جاؤں۔ برادران! یہ ایمان تو میں مسلمانوں کے مردوں میں بھی نہیں دیکھتا۔ کیا ہی مبارک ہے وہ مرد اور مبارک ہے وہ عورت جن کا تعلق باہم ایسا سچا اور مصفّا ہے۔ اور کیا بہشت کا نمونہ وہ گھر ہے۔ جس کا ایسا مالک اور اہل بیت ہیں میرا اعتقاد ہے۔ کہ شوہر کے نیک و بد اور اس کے مکار فریبی یا راستباز اور متقی ہونے سے عورت خوب آگاہ ہوتی ہے حقیقت میں ایسا خلا ملا کے رفیق سے کونسی بات مخفی رہ سکتی ہے۔ میں ہمیشہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بڑی مستحکم دلیل سمجھا اور مانا کرتا ہوں۔ آپ کے ہم عمر اور محرم راز دوستوں اور ازدواج مطہرات کے آپ پر صدق دل سے ایمان لانے اور اس پر آپ کی زندگی میں موت کے بعد پورے ثبات اور وفاداری سے قائم رہنے کو صحابہؓ کو ایسی شامہ اور کامل زیرکی بخشی گئی تھی کہ وہ اس محمدؐ (صلعم) میں جو انا بشر مثلکم کہتا اور اس محمدؐ صلعم میں جو انی رسول اللہ علیکم جمیعًا کہتا صاف تمیز کرتے۔ وہ بے غش اخوان الصفاء اور آپ کی بیبیاں جیسے اس محمدؐ سے جو بشر محض ہے ایک وقت انبساط اور بے تکلفی سے گفتگو کرتے اور کبھی کبھی معمولی کاروبار کے معاملات میں پیش و پس اور ردّ و قدح بھی کرتے ہیں۔ اور ایک وقت ایسے اختلاط اور موانست کی باتیں کر رہی ہیں۔ کہ کوئی حجاب حشمت اور پردۂ تکلّف درمیان نہیں وہی دوسرے وقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل یوں سرنگوں اور متأدب بیٹھے ہیں۔ گویا ٹھٹے ہیں۔ جن پر پرندے بھی بے باکی سے گھونسلا بنا لیتے ہیں۔ اور تقدم اور رفع صوت کو آپ کے حضور میں حبط اعمال کا موجب جانتے اور ایسے مطیع و منقاد ہیں۔ کہ اپنا ارادہ اور اپنا علم اور اپنی رسم اور اپنی ہوا امر رسول کے مقابل یوں ترک کر دیتے ہیں۔ گویا وہ بے عقل بے ارادہ کٹھ پتلیاں ہیں۔ ایسی مخلصانہ اطاعت اور خودی اور خود رائی کی کینچلی سے صاف نکل آنا ممکن نہیں جب تک دلوں کو کسی کے سچے بریا اور منجانب اللہ زندگی کا زندہ یقین نہ پیدا ہو جائے۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت اقدسؑ کو آپ کی بی بی صاحبہ صدق دل سے مسیح موعود مانتی ہیں۔ اور آپ کی تبشیرات سے خوش ہوتی اور انذارات سے ڈرتی ہیں۔

غرض اس برگزیدہ ساتھی کو برگزیدہ خدا سے سچا تعلق اور پورا اتفاق ہے۔

(عرفانی)

حیات نورؓ کا ایک ورق

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی تقریر کا خلاصہ

(جو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی اصلاح و تصدیق سے شائع ہوئی تھی۔ اب ناظرین الحکم کیلئے دوبارہ پیش کی جاتی ہے)

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ کذالک یبین اللہ لکم اٰیٰتہ لعلکم تھتدون ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف۔ وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔ ولا تکونوا کالذین تفرقوا۔ و اختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت واولٰئک لھم عذاب عظیم

لیکچراروں کی تقسیم اور اپنا منصب

مجھے باتیں بنانی بھی آتی ہیں۔ اور بولنا بھی آتا ہے۔ اور مختلف مضامین پر بول سکتا ہوں۔ مگر مجھے بڑی سہولت ہے۔ کہ مجھے ایک ہی مضمون پر بولنا پڑتا ہے۔ دنیا میں لوگوں کو بڑے بڑے مضامین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور انہیں بہت سی ضرورتیں بولنے کی پیش آتی ہیں۔ ایک آدمی ہے اللہ تعالےٰ نے اس کا دماغ ایسا بنایا ہے۔ کہ وہ سیاست پر گفتگو کرتا ہے۔ اور تمام دنیا کی سلطنتوں کے سیاسی اصولوں سے واقفیت رکھ کر بولتا ہے۔ اور تمدن ہے۔ اپنی حفاظت ہے۔ خودداری۔ اور دوسروں کو کمزور کرنے کے اصولوں پر بولتا ہے۔ ہماری سلطنت ہندوستان میں تو ہی نہیں۔ باہر اگر کچھ ہے۔ تو اس کے لئے بھی آوازیں آرہی ہیں۔ کہ یہ بھی دیدو۔ پس نہ ہمارے حکمران اس بات کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہماری موجودہ حالت اجازت دیتی ہے۔ کہ سیاسی امور میں ہم دخل دیں۔ اور اُن پر بولیں۔ بہت لوگ تمدن پر لیکچر دیتے ہیں۔ کس طرح شہریت ہو اور کبھی تمدن کی اُن شاخوں پر بحث ہوتی ہے۔ کہ شہریت کے بعد شہر میں کیونکر گذارہ کریں اور کبھی وہ دولت تجارت اور حرفوں کے متعلق بولتے ہیں اور کبھی مادی ترقی اور اقتصادی امور پر بولتے ہیں۔ اور کبھی حفظانِ صحت پر لیکچر دیتے ہیں کبھی حکام سے تعلقات اور اپنی ملکی اور مقامی ضروریات پر بولتے ہیں کبھی ہمسایہ اور دوسری قوموں پر بڑھنے کی تجاویز کے متعلق بولتے ہیں۔

غرض مختلف قسم کے لیکچرار ہوتے ہیں۔ اور اُن کی اغراض اور موضوع مضامین الگ ہوتے ہیں۔ پھر اسی لحاظ سے مختلف قسم کے اخبارات ہوتے ہیں۔ اُن اخبارات نے اپنے اپنے مقاصد کے لحاظ سے کچھ فرض، سنت، واجب بنائے ہوئے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کی شریعت کے سنن، فرائض اور واجبات نہیں ہوتے بلکہ انکے اپنے ایجاد کردہ ہوتے ہیں۔

مگر

میرا بیان ان سب سے علیحدہ ہے۔ میرا دماغ خدا تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے۔ کہ میں مختلف قسم کے مضامین پر بول سکتا ہوں۔ اور خوب بول سکتا ہوں۔ میں اپنی جگہ امور سیاست پر بھی غور کرتا ہوں۔ اور خوب غور کرتا ہوں۔ اور خیالی لذت قرآن کریم کی سیاسی آیات سے اٹھالیتا ہوں۔ کبھی تجارت حرفت اور حفظان صحت پر غور کرتا ہوں اور قرآن کریم کی ان آیات پر غور کرتے کرتے دور چلا جاتا ہوں۔ جو اِن اصولوں کو اپنے اندر رکھتی ہیں۔

میں کبھی فنون جنگ پر بھی سوچتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت نے ایک ایسا گروہ تیار کر دیا۔ کہ جب لڑائی کو جاتے تھے۔ تو ساٹھ ہزار کے مقابلہ میں تین ہزار کافی ہوتے تھے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام تھے۔

اسلامی تاریخ کا ایک واقعہ

ایک جنگ میں خالدؓ بن ولید اور ضرارؓ تھے۔ ضرارؓ دشمنوں کے ہاتھوں میں قید ہو گئے۔ خالدؓ کو اُن کے قید ہونے کا سخت رنج ہؤا۔ انہوں نے کہا۔ کہ تیس آدمی ساٹھ ہزار کے لئے کافی ہیں۔ اور عبیدۃ بن جراح نے کہا ساٹھ آدمی لے جاؤ۔ حالانکہ مخالفوں کا کمانڈر انچیف ۵ لاکھ لیکر مقابلہ پر تھا۔ خالدؓ بن ولید کو ضرارؓ کی قید کی خبر سنکر نیند نہ آئی۔ حضرت عبیدہؓ سے کہا۔ کہ کوئی ایسی بات ہو۔ کہ میں ضرار کو چھڑا لاؤں۔ رات بھر دعا کرتے رہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس دعا کی قبولیت کو یوں رنگ دیا کہ ہرقل کی افواج کے کمانڈر انچیف ماھان نے کہا۔ کہ مسلمان ہر روز مقابلہ کرتے ہیں اور ہم کو شکستیں ہوتی ہیں۔ ان شکستوں سے بھی بدنامی ہوتی ہے۔ پھر کیوں نہ دھوکہ سے اِن کے چیدہ افسروں کو قتل کر دیں۔ اس دھوکہ سے قتل کرنے پر بدنامی تو ہوگی۔ مگر شکستوں کی بدنامی کے مقابلہ میں ہم کو اس بدنامی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ کے بعد خط لکھا۔ کہ خالدؓ بن ولید اور فلاں فلاں پانچ آدمی جو اسلامی لشکر کے منتخب افسر اور بہادر ہیں۔ اُن کو آپ بھیجدیں۔ تاکہ آپ کے لائق افسروں سے صلح اور امن کی گفتگو کریں۔ اور تجویز یہ تھی۔ کہ صلح اور امن کے بہانہ سے انہیں بلائیں اور جب وہ یہاں آئیں۔ تو انہیں قتل کر دیں۔ اس تجویز کے بعد ابوعبیدہؓ کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ انہوں نے تو یہ تجویز اپنی کامیابی کے لئے ایک زبردست منصوبہ سمجھی تھی۔ مگر میں اس کو ان کی دعاؤں کی قبولیت کا کرشمہ سمجھتا ہوں۔ میں دعاؤں کا بہت معتقد ہوں۔ میں بڈھا ہو گیا اور میرا یہ ایمان بڑھتا جاتا ہے۔ غرض جب اسلامی فوج کے ان عہدہ داروں کی طلبی کے لئے آدمی پہنچا۔ تو ابوعبیدہؓ نے ذکر کیا کہ ماھان پانچ آدمی بلاتا ہے۔ خالدؓ نے کہا۔ کہ ہم ضرارؓ کی رہائی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ شائد اسی تجویز سے ضرارؓ چھوٹ جائے۔

خالدؓ نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ اس موقعہ پر سَو آدمی جاویں۔ شائد ضرورت پڑ جاوے۔ ابوعبیدہ نے کہا۔ کہ وہ تو صرف مشورہ چاہتا ہے۔ مگر خالدؓ نے کہا۔ کہ خواہ مشورہ ہی ہو۔ سَو کے جانے میں ہرج ہی کیا ہے خالدؓ نے سَو آدمی ساتھ لئے۔ اور ان کو کہا۔ کہ ہر وقت چوکس رہنا۔ اور دوسرا کام یہ کرنا کہ پھرتی سے ماھان کو گھیر لینا۔ پھر دیکھا جاویگا۔ چنانچہ اس تجویز کے موافق جب وہاں گئے۔ تو خالدؓ کے ساتھ سو آدمی تھے۔ ماھان نے کہا۔ کہ ہم پسند نہیں کرتے کہ سَو آدمی آویں۔ مگر ادھر سے خالدؓ نے جواب دیا۔ کہ ہم لڑنے کے واسطے نہیں آئے۔ قرآن کریم میں حکم ہے۔ وامرھم شوریٰ بینھم۔ اس لئے میں ان کو یہاں لایا ہوں۔ کہ اگر مشورہ کی ضرورت پڑ جائے تو باہم مشورہ کریں۔ فریق مخالف نے پھر روکا۔ اور اعتراض کیا۔ کہ صرف خالدؓ کی ملاقات کا منشا ہے۔ مگر پھر کہا گیا۔ کہ اس جماعت کو ضرورت مشورہ کے لئے لایا گیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا۔ کہ اچھا پھر ہتھیار پہن کر نہ آویں۔ مگر خالدؓ نے کہا۔ کہ ہتھیار تو صرف ہمارا لباس ہے۔ ہم ننگے کس طرح پر آسکتے ہیں؟ آپ یہ اندیشہ کیوں کرتے ہیں۔ جنگ میں سو آدمی اتنی بڑی فوج کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ یہ بات اُن کی سمجھ میں بھی آگئی۔ اور انہوں نے اُن کو بلا لیا۔ اندر جا کر انہوں نے اتنی پھرتی کی کہ ماہان بیچ میں گھر گیا۔ خالدؓ آگے بڑھے تو ماہان نے کہا۔ کہ میں نے تو صرف تم کو بلایا تھا اتنے آدمیوں کو کیوں تکلیف دی۔ خالدؓ نے کہا۔ کہ مشورہ کے لئے لایا ہوں۔ اگر ضرورت پڑے تو یہاں ہی مشورہ ہو جائے۔ اس وحدۃ نے یہ فائدہ دیا۔ کہ وہ خوشامد کی باتیں کرنے لگا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اگر ذرا بھی رنگ بدلا تو خیر نہیں۔ غرض جب اس نے بہت محبت اور خوشامد کا اظہار کیا۔ تو خالدؓ نے کہا۔ کہ ہمارا کمانڈر انچیف کیا سمجھے گا۔ کہ آپ نے محبت سے ہم کو بلایا ہے۔ اس کے لئے کوئی نشان چاہیئے۔ مرنے جینے کو تو ہم کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ میں آپ کو کیا نشان دوں۔ خالد نے کہا۔ مال و دولت کی ہم کو ضرورت نہیں۔ ہمیں تو ضرار کو دیدو۔ اور اس کے ساتھ ہی کہا۔ کہ اب وہ یہاں آجانا چاہیئے۔ کیونکہ وہ میری جوڑی کا سپاہی ہے۔ میں پسند نہیں کرتا۔ کہ تنہا جاؤں۔ آخر اُس نے سوچ لیا۔ کہ یہ سو آدمی ہے۔ اور مرنے مارنے پر تیار ہے۔ یا تو میں یہاں ہی مرتا ہوں۔ اور یا یہ ضرار کو لئے بغیر نہ جائیگا اس لئے ضرار کو بلایا۔ مگر ضرار نے کہا کہ میں نہیں جانا چاہتا۔ جب اُس سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کو کیا تامل ہے۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں یہاں سے نہیں جاونگا۔ جب تک وہ چار سپاہی جو میرے ساتھ قید ہیں میرے ساتھ نہ ہوں۔ آخر اُن کو بھی بلایا گیا۔ اور اُن سب کو

خالد کے ساتھ روانہ کردیا۔ اور بڑی خوشی سے مکان پر آگئے۔ یہ بات تھی۔ کہ اُن میں ایک دوسرے کی ہمدردی عاقبت اندیشی۔ ہر معاملہ میں گہری نگاہ کرنا موجود تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے جنگوں میں اور تمدن اور معاشرہ میں نمونہ بن کر دکھا دیا تھا۔ اور وہ اس امتحان اور مدرسہ میں پاس ہو چکے تھے وہی لوگ تھے جنہوں نے خشن پوش ہو کر ایک ایک اونٹ یا بکری کے مالک ہو کر جب باہر نکلے تو تمدن ومعاشرت کے اصول وضع کئے۔ اور سلطنت قائم کی اور بڑے بڑے فتوحات کئے۔ اس قسم کے عجائبات ان کے سیاسی امور میں ہیں۔ کہ اگر اُن کی صرف غیر قومی تقریریں ہی کو الگ کر کے پڑھیں۔ تو ساری دنیا کی سیاسی عقل آسکتی ہے۔ ان تقریروں میں بڑی بڑی قوموں کے سیاسی امورات اور عاقبت اندیشیوں کے اشارات ہیں

موجودہ حالت

مگر اب مسلمانوں کی حالت کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک مسلمان نے کہا۔ کہ وہ قلعہ فتح کرلیا۔ مَیں حیران ہوا کہ اب قلعہ کہاں فتح ہوا۔ اُس کے دوست سے پوچھا۔ تو اُس نے کہا کہ "ایک کنواری سے زنا کرلیا۔" افسوس! اب ایک ہی کمال رہ گیا ہے۔ لاہور میں اتنے اشتہارات قوت باہ کے نکلتے ہیں کہ شائد سارے ہندوستان میں نہ ہوں۔ اور اُن میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ امساک اور قوت باہ کا اتنا دعویٰ ہوتا ہے۔ کہ پڑھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ ایک اور اشتہار سیالکوٹ یا کسی اور جگہ سے نکلتا ہے۔ "سنیاس کا نچوڑ اور لوہے کی لاٹھ" غرض اب ساری طاقت اسی ایک قوت کے مضبوط کرنے میں رہ گئی ہے۔ مجھے سیاسی امور پر بھی لیکچر دینے کی ضرورت نہیں۔ نہ مَیں خود سپاہی ہوں۔ نہ سپاہی بنانے لگا ہوں۔ میرا باپ شائد سپاہی ہو۔ کیونکہ مجھے یاد ہے کہ ایک کوٹھا تیروں، کمانوں اور بندوقوں سے بھرا ہؤا تھا۔ میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا۔ کہ یہ کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ کہ اگر یہ نہ ہو۔ تو کیا یہاں امن رہ سکتا ہے۔ وہ قرآن مجید بہت پڑھتے تھے۔ اُسی کا اثر ہے۔ کہ مجھے بھی قرآن مجید سے بڑی محبت ہے۔ غرض نہ میں نے پولیٹیکل لیکچر دینا ہے۔ نہ ایکانمی اور اقتصاد پر تقریر کرتی ہے۔ میں مختصر سی بات کے لئے کھڑا ہؤا ہوں۔ کرسی کی ٹیک سے کام لے رہا ہوں۔ ورنہ پاؤں اجازت نہیں دیتا۔

مصنفین اسلام

پھر اسلام میں بڑے بڑے لکھاڑی (مصنفین) موجود ہیں۔ امام رازی (جنہوں نے تفسیر کبیر لکھی ہے) چھوٹی سی بات پر ہزاروں صفحے لکھ سکتا ہے۔ اُن کے بعد تقسیم مضمون، سلاست بیان، اور عمدہ طرز پر ذہن نشین کرنے والے امام غزالیؒ ہیں۔ اور انہوں نے نہایت مفید اور بابرکت کتابیں لکھی ہیں۔ جس خوبی سے انہوں نے مضمون کو کھولا ہے۔ اس کی نظیر کم ملتی ہے۔ مَیں تیرہ سو برس کے مصنفوں میں سے تین کے نام لیتا ہوں۔ تیسرے ابن سینا ہیں۔ اپنے فن کا بڑا لکھنے والا ہے ایسا احاطہ خیالی طور پر مضامین کا کرتا ہے۔ کہ ڈاکٹر بڑی محنت اور جد وجہد کے بعد کوئی بات نکالتے ہیں۔ تو اُس کے احاطہ سے باہر نہیں۔

اس زمانہ میں تحریر کا ایک خاص فن ہے۔ ہمارے حضرت کو اللہ تعالیٰ نے خاص توفیق بخشی تھی۔ آپ کو تحریری رنگ میں اعجازی نشان دیا گیا تھا۔ میں بھی آپ کی زندگی میں کچھ لکھدیا کرتا تھا۔ مگر آپ کے بعد ایک اور ضرورت کو میں نے مدّنظر رکھا ہے اس سے فرصت نہیں ہوتی۔ وہ کیا؟

مَیں تمہارے لیئے دعا کرتا ہوں۔

پس اب نہ مجھے کسی لمبی تقریر کی ضرورت ہے۔ اور نہ تحریر کی۔ میں چند باتیں تمہاری بھلائی اور تمہارے فائدے کے لئے کہتا ہوں۔ اور خدا کی رضا کے لئے کہتا ہوں۔

اختلاف کا نظارہ

میں دیکھتا ہوں۔ تم یہاں تھوڑے سے آدمی ہو۔ مگر سب کی پگڑیاں الگ، کوٹ الگ، جُوتے جُدا جُدا طرز غذا الگ ہے۔ چہرہ کے خط وخال۔ قد۔ آواز سب جُدا جُدا ہیں۔ اس طرح پر تو یہ اختلاف اور بھی بڑھا پھر ہر ایک کی صحبتیں الگ ہیں۔ مذاق الگ کتابوں کا مطالعہ الگ، خیالی سلسلے الگ اور اب یہ دائرہ اختلاف اور بھی وسیع ہو گیا۔ اور اگر غور کرو تو یہ اختلاف پیدائش سے ہی شروع ہے۔ کسی کی ماں کسی تمدن کی ہے۔ اور کسی کی کسی رنگ کی۔ میری ماں ایک اعوانی عورت تھی۔ ان میں مردوں کی تعلیم کی طرف بھی توجہ نہ تھی۔ چہ جائیکہ عورتوں کی طرف ہو۔ مگر میری ماں خدا کے فضل سے پڑھی ہوئی تھی۔ غرض ہر ایک کے ماں باپ کی تربیت جُدا۔ پھر محلہ کے لڑکوں کی صحبت کا اثر جُدا۔ اس سے آگے چل کر سکولوں اور بورڈنگ ہاؤسوں میں ایسی تعلیم کی ہوا چلتی ہے۔ کہ ہمارے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں شیطان کو ہو گی۔ پھر کلبوں۔ ڈیبیٹوں۔ ناولوں اور اخباروں کے اثرات۔ پھر ہر مضمون پر اسقدر اخبارات اور رسالے ہوتے ہیں۔ کہ بعض وقت انسان حیران ہو جاتا ہے۔ مجھے بھی کتابیں پڑھنے کا جنون ہے۔ مگر آجکل اسقدر رسالے۔ اخبارات اور کتابیں نکلتی ہیں۔ کہ ان سب کا پڑھنا آسان نہیں۔

میرے بھی اختلاف ہیں۔ عمر، علم۔ مجلس، صحبت کتابوں کے مطالعہ کی کمی بیشی کے لحاظ سے ہزاروں ہی اختلاف ہیں اور سچ تو یہ ہے۔ کہ اختلاف کا نظارہ مٹ نہیں سکتا۔ اختلاف تو دنیا میں رہیگا ہی ولایزالون مختلفین۔ مگر باوجود اختلاف کے گورنمنٹ کی تلوار نے کیسا جھکایا ہؤا ہے۔ تمہارے ساتھ کی قومیں ایجیٹیشن پھیلاتی ہیں۔ اور بعض اوقات اپنے خیال کے موافق فائدہ بھی اٹھاتی ہیں۔ اور انارکسٹ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایسی باتوں سے بزعم خود کچھ حقوق پیدا کرلیتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ تمہارا نام ونشان مٹا دیں۔ مگر خدا کا فضل ہے۔ کہ تم ان حرکات سے بچے ہوئے ہو۔ اور ایسی راہوں سے الگ ہی رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اسی میں برکت ہے۔

غرض اختلافات کا سلسلہ وسیع اور اختلاف کا نظارہ دلرُبا ہے۔ اختلاف دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔ اور وہ رونق عالم کا موجب ہے۔ جبکہ ایک حد کے نیچے ہو۔

میری غرض درس کلام الٰہی ہے

پس میں تمہیں تمہارے خالق کا کلام سنانے کو کھڑا ہؤا ہوں۔ وہ تمہاری فطرتوں کا خالق ہے۔ اور فطرت کا صحیح اور کامل علم رکھتا ہے۔ اس خالق الفطرت نے تمہیں کوئی ایسا حکم نہیں دیا۔ جو تم نہ کرسکو۔ بلکہ وہ احکام دیئے ہیں۔ جو تمہاری طاقت اور مقدرت کے نیچے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا انسان کی تمکن وسعت اور فعل اور ترک فعل کی جو مقدرت اسے حاصل ہے۔ اسی وسعت تمکن کے ساتھ ہم حکم کرتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں کہتے جو طاقت سے باہر ہو۔ یہ بالکل جھوٹ ہے اگر کہدو کہ فلاں امر وحکم ہماری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ یہ آیت قرآنی شہادت ہے، پس اگر میں کچھ کہوں تو تم کہ سکتے ہو۔ کہ تم فطرت سے آگاہ نہیں۔ لیکن جب میں کلام الٰہی سناتا ہوں۔ جو خالق وعالم فطرت کا کلام ہے۔ تو تمہارا یہ اعتراض بھی اڑجائیگا۔

افسوس ہے لوگوں نے فطرت کے معنی بھی گندے کرلیئے ہیں۔ اور فطرت کو شرارت کا مفہوم قرار دیا ہے مگر یاد رکھو فطرت دین قیّم کا نام ہے۔ پس تمہارا یہ عذر کہ ہماری طاقت سے باہر یا فطرت کی استعداد کے خلاف ہے۔ میری اپنی تقریر پر تو ہو سکتا ہے مگر خالق ومالک کے کلام پر نہیں۔ اور میں وہی پیش کرتا ہوں۔

اس کلام کا علم اور قدر جو محمد رسول اللہ صلعم کو حاصل تھی۔ وہ اس سے ظاہر ہے۔ جو قرآن کریم کے متعلق فرمایا ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ یہی ایک کتاب ہے جس میں کوئی ہلاکت کی راہ نہیں۔ یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ ریب کے دو معنی ہیں۔ شک وشبہ اور ہلاکت۔ اور دونوں ہی یہاں

خوب لگتے ہیں۔ قرآن کریم میں شک وشبہ نہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔ اس کی ساری ہی تعلیم یقینیات پر مبنی ہے ظنی اور خیالی نہیں۔ یا آجکل کی اصطلاح میں یوں سمجھ لو۔ کہ قرآن مجید میں تھیوریاں نہیں۔ بلکہ بصائر ہیں۔ وہ یھدی للتی ھی اقوم ہے۔

پھر قرآن مجید میں ہلاکت کی راہ نہیں۔ یہ بھی سچ ہے۔ کیونکہ اس میں تو شفاء للناس ہے۔

غرض کلام الٰہی کی تعریف کی حد کر دی۔ کہ یہی ایک کتاب ہے۔ اور کتاب ہی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر کیا عمل کیا۔ کہ اس کے سوا اور کوئی کتاب دیکھی ہی نہیں۔ توراۃ ممکن تھی۔ مگر اس کے لئے بھی کہتے ہیں فاتوا بالتوراۃ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم ہی لاؤ اور پڑھو۔ پس میں اسی کتاب کی چند آئیتیں سناتا ہوں۔

متقی بنو!

یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولاتموتن الا وانتم مسلمون

اے ایمان والو! متقی بن جاؤ۔ اور جو تقویٰ کا حق ہے۔ وہ ادا کرو۔ اور نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو۔ گویا تم موت کو کہدو۔ کہ آجب تیری مرضی ہے۔ تو ہم کو مسلمان پائے گی۔ موت کا کسی کو کیا علم ہے۔ کہ کب آجائیگی۔

اور یہاں یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ تمہیں ایسی حالت میں اگر [illegible] ہے۔ تو اس کے لئے بھی [illegible] موت آوے کہ تم کامل فرمانبردار ہو۔ یہ بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ جو کبھی طے نہیں ہو سکتا جب تک ہر گھڑی انسان موت کے لئے تیار اور فرمانبردار نہ ہو۔ موت کے وقت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ طب کے لحاظ سے جو ½ مجھے آتی ہے۔ میں بتاتا ہوں۔ ½ میں نے اس لئے کہا۔ کہ کچھ حصہ تو ڈاکٹرے گئے جو سرجری کے متعلق ہے۔ اور کچھ عورتوں اور بوڑھوں کے حصہ میں آئی ہے۔ کچھ دائیوں اور حلوائیوں کے حصہ ہیں۔ کچھ کمانگروں، عطائیوں، کنجروں اور کنجریوں اور پہلوانوں کے حصہ میں اور ½ ہمارے حصہ میں بھی آیا ہے۔

اس طب کی رو سے میں کہتا ہوں۔ کہ اسوقت بعض غشی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ گھر والے کہتے ہیں۔ حضور! اسقدر روپیہ دیتے ہیں۔ صرف ایک بات کرا دو۔ مگر وہ ایک بات بھی نہیں کر سکتے۔ فہم بھی باقی نہیں رہتا۔ تمام حواس اور طاقتیں زائل ہونے لگتی ہیں۔ بڑی بڑی بیماریاں آتی ہیں۔ ماں کہتی ہے۔ بیٹا! تم پہچانتے ہو۔ میں کون ہوں؟ بہن کہتی ہے۔ بھائی! میں کون ہوں؟ وہ منہ بھی ادھر نہیں کرتا۔ آنکھ جواب دے دیتی ہے اور کان کام نہیں کرتے۔ جبکہ انسانی زندگی کا ہر لمحہ موت کے قریب کر رہا ہے۔ اور حکم یہ ہے۔

کہ مسلم مرو۔ تو انسان کو چاہیئے۔ کہ اس کی تیاری کرے اس تیاری کے لئے قرآن مجید نے ایک راہ بتائی ہے کہ متقی بنو۔

پس میں تمہیں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تم بھی مسلمان ہو کر مرنا۔ اور اس کے لئے اگر آج تیاری نہیں کرتے تو مسلمان ہو کر مرنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر کہو۔ کہ مرنے کے وقت مسلمان ہو جائیں گے۔ تو یہ ایک خیال باطل ہے۔ آج ہی کچھ تیاری کرو گے تو کچھ بنے گا۔

ایک مثال

اسوقت جو حالت ہوتی ہے۔ وہ میں تمہیں طبی تجربہ سے بتا چکا ہوں۔ ایک مثال کے ذریعہ اور بھی واضح کرتا ہوں۔ ایک کنچنی تھی میں نے اسکو بہت نصیحتیں کیں۔ آخر میں نے اس کو کہا۔ کہ تم بدکاری سے توبہ کر لو۔ میں جوان تھا۔ وہ اپنے گھر کے خوبصورت حصہ کو زیور سے خوب آراستہ کر کے میرے پاس آتی رہی۔ اور مجھے یہ بھی کہتی تھی۔ کہ توبہ کر لی۔ آخر وہ کوئی تین چار ماہ غائب رہی اور پھر بڑے تزک و احتشام سے آئی۔ اور مجھے کہا۔ کہ مولا! توبہ۔ بھوک سے مرنے لگے تھے۔ اس واسطے اب کے ہولی میں توبہ توڑ دی۔ اس کی یہ بات سن کر میرے دل میں جوش پیدا ہوا۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ اس نے کوئی بڑی بدکاری کی ہے۔ اور اسطرح پر اس نے توبہ کی تذلیل کی ہے۔ اس نے کہا۔ کہ وہاں سے ہم کو چار سو روپیہ ملا اور کہا یہ باقی [illegible] میں نے کہا یہاں سے چلی جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑی مہربانی اور رحم کیا ہے۔ تم مجھ کو گرفتار کرنا چاہتی تھیں۔ وہ داؤ نہیں چلا۔ اب توبہ کی حقارت کرتی ہو۔ یاد رکھو اب تمہیں توبہ نصیب نہ ہوگی۔ جب وہ گھر گئی تو اس پر فالج گرا۔ اور زبان بند ہوگئی۔ اس کا لڑکا دوڑتا ہوا میرے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ یہ حالت ہے۔ وہ روپیہ لائی تھی کہیں رکھ دیا ہے۔ اور بتا نہیں سکتی۔ اسکو اس کے مرنے کا جو غم تھا۔ وہ تھا ہی۔ اس کے ساتھ ایک اور مصیبت تھی۔ کہ پانچسو روپیہ روٹی پر پہلے دینا پڑتا تھا۔ میں نے اس کو کہ دیا۔ کہ وہ بات نہیں کر سکیگی۔ مگر اس نے بہت منت کی۔ کہ آپ دیکھیں تو سہی۔ مگر مجھے یقین تھا۔ کہ توبہ نصیب نہ ہوگی۔ میں نے اس کو کہدیا۔ کہ زبان تو چل نہ سکیگی۔ البتہ اگر تم میری بات مانو۔ تو تمہیں ایک نکتہ بتاتا ہوں۔ تمہارا پانسو روپیہ بچ جائیگا۔ غرض میں اس کے ساتھ گیا۔ اور دیکھا۔ کہ زبان پر بھی فالج تھا۔ میں نے اس کو کہا۔ کہ اس کو آواز دو۔ اب کانوں میں کچھ نہیں سامنے ہو کر دیکھ لو۔ اب آنکھوں میں بھی کچھ نہیں۔ میں یہ تماشہ قدرت کا دیکھ رہا ہوں۔ تم اب کسی اور کو بلا کر علاج کراؤ۔ میں علاج نہیں کر سکتا۔ اسوقت میں نے ان کو کہا۔ کہ تمہارے گھر میں فلاں عورت ہے اس کو بلاؤ۔ وہ نہایت خوبصورت اور نوجوان تھی۔ جب وہ آئی تو میں نے اس کو مرنے والی کی حالت دکھا کر کہا۔

اس کو دیکھ لو۔ اگر توبہ کر لو۔ تو بہتر ہے۔ ورنہ میں اور فتویٰ دیتا ہوں۔ یہ لوگ ایسی باتوں کے بہت معتقد ہوتے ہیں۔ وہ ڈر گئی۔ اور اس نے کہا۔ کہ توبہ کرتی ہوں۔ تب میں نے اس لڑکے کو کہا۔ کہ اگر تم وہ پانچسو روپیہ جو روٹی پر صرف ہوتا ہے۔ بچا لو اور خرچ نہ کرو۔ تو کنجر ہی برا کہیں گے۔ کوئی شریف برا نہ کہیگا اور مادہ فساد اب توبہ کرتی ہے۔ تم کھانا موقوف کر دو۔ اب خواہ ان کنجروں کی تعریف حاصل کر لو۔ خواہ شرفا کی۔ خدا نے اس کو سمجھ دیدی۔ اور اس نے مان لیا۔ اور کہا۔ کہ پانچسو بچ گیا۔ دوسرے بھائی کو کہا اس نے بھی مان لیا۔

مسلمان مرو

میری غرض تمہیں داستان سنانا نہیں۔ اس واقعہ سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جو لوگ کہتے ہیں مرتے وقت توبہ کریں گے۔ وہ جھوٹے ہیں۔ اس وقت کس کو ہوش رہتی ہے۔ اس وقت کوئی فہم نہیں ہوتا ہاں خدا تعالےٰ کے بعض بندے ہوتے ہیں۔ جن کو دیکھا ہے۔ کہ مرتے ہوئے بھی کچھ کہتے جاتے ہیں۔ ان میں بندوؤں کو بھی دیکھا ہے۔

جب یہ حالت ہے۔ کہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ کہ مرنا ہو تو مسلمان مرے۔ اس کی آج فکر کرو۔ مسلمانی کی موت تب ہی ہو سکتی ہے۔ کہ ابھی سے ہی تیاری ہو۔ پھر جس وقت چاہے موت آجاوے اس کا گر اس آیت میں بتایا ہے۔ کہ

متقی بن جاؤ۔

مسلمان مرنے کا طریق تقویٰ ہے۔ پس میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ

تقویٰ اختیار کرو۔ ایسا تقویٰ جو تقویٰ اللہ کا حق ہے

(باقی آئندہ)

ایک نہایت ضروری درخواست دعا

اے جری اللہ فی حلل الانبیاء کی پاک جماعت والو! آپ کا ایک نہایت عاجز بھائی نہایت عجز سے آپ سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ شدید ترین دشمنوں اور بدباطن لوگوں سے سخت دکھ دیا جا رہا ہے جنہوں نے اس کے خلاف کئی ایک جھوٹے مقدمات دائر کر رکھے ہیں اور وہ بہ سبب غریب الوطنی اور بیکسی از حد خطرہ کے مقام میں ہے۔ بڑے بڑے افسران اور زمیندار اور باثر لوگ اس کے خلاف منصوبے اور سازشیں کر رہے ہیں۔ براہ کرم للہ اور محض للہ اپنے عزیز بھائی کے حال زار پر رحم فرماتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں نہایت درد، تذلل اور اضطراب سے دعائیں فرمائیں کہ وہ غفور الرحیم مولا محض اپنے فضل سے معاف فرمائے اور ان مصائب و مشکلات سے اسے کلی نجات عطا فرمائے۔

خاکسار نیاز محمد احمدی انسپکٹر پولیس میرپور خاص (سندھ)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سوانح حیات چوہدری امیر محمد خان صاحب کارکن سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان

قسط نمبر ۲

(گذشتہ سے پیوستہ)

۴- جنکو دیوانہ کتا یا سانپ ڈس جاتا- اور وہ ہمارے گھر میں پھر جاتے- تو اس کے ضرر سے محفوظ ہو جاتے- چنانچہ میں نے بچشم خود موضع خادماں کے ایک سائیں کو جسے سانپ نے کاٹا تھا صحت یاب ہوتے دیکھا اور پھر اسی طرح سے ہماری ایک خاکروبہ جس کا نام غالباً مرو تھا- اُسے سانپ نے خود ہمارے ہی گھر میں کاٹا- مگر اُسے زہر کا ذرا اثر نہ ہوا- اور وہ برابر کام کار کرتی رہی-

۵- سید حسن علی صاحب جن کے چار لڑکیاں تھیں اور لڑکا کوئی نہیں تھا- آپ کی دعا سے اُس کی آخری عمر میں خدا نے اُسے لڑکا عطا فرمایا-

۶- میاں جمال الدین صاحب تحصیلدار پھگواڑہ جو اولاد سے بکلی محروم تھا- وہ آپ کی دُعا سے صاحب اولاد ہوا- اور اسی وجہ سے تمام عمر وہ حاضر خدمت ہوتا رہا۔

۷- بوٹا سنگھ ساکن بھدیانہ ایک خون کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا تھا- اور رہائی کی کوئی صورت نہ تھی- آخر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا- اور آپ سے دُعا کی التجا کی- اور رہائی پائی- جس کی وجہ سے وہ تازیست دادا صاحب کی خدمت میں آتا رہا- اور جب فوت ہو گیا- تو اُس کی عورت مسماۃ خیموں اپنے آخر وقت تک ہمارے ہاں آتی رہی جسے میں نے بھی بچشم خود کئی بار آتے جاتے دیکھا-

۸- آپ کے ایک خادم تھے- جن کا نام چوہدری شیر خان تھا- اور جو پھر بعد میں شیر شاہ یا بوجہ خوبصورتی اور جوانی کے بگا شیر کے نام سے مشہور ہوئے پہلے پہلے جب وہ قصبہ کرتارپور ضلع جالندھر میں گئے- تو وہاں بوجہ عدم واقفیت تین روز تک بھوکے پیاسے رہے- اور کسی سے سوال نہ کیا- اس پر رئیس کرتارپور کو جو کہ سکھوں کے گرو بھی تھے دادا صاحب نے اُس کے خواب کے اندر فرمایا- کہ ہمارا مرید آپ کے قصبہ میں تین روز سے بھوکا ہے- اور آپ عیش اڑا رہے ہیں- اور خواب کے اندر ہی شیر شاہ کا پتہ نشان بھی بتا دیا- تب رئیس مذکور نے صبح اٹھتے ہی شیر شاہ صاحب کی تلاش کرائی- اور کھانا وغیرہ کھلا کر کچھ جاگیر بھی دی جو اب تک شیر شاہ صاحب کے متولیان صوبے شاہ اور خیرے شاہ کے پاس ہے-

۹- دادا صاحب کے ایک مرید بہت زبان دراز تھے آپ نے انہیں جب ذکر شغل کی تلقین فرمائی- تو وہ اس ذکر شغل میں ایسے محو ہوئے- کہ انہوں نے بولنا بکلی ترک کر دیا- یہاں تک کہ لوگوں نے بطور آزمائش انہیں بہت بہت ناجائز تکالیف بھی دیں- مگر انہوں نے ایسی چپ سادھی کہ آپ کا نام ہی چپ شاہ مشہور ہو گیا- آخر آپ دادا صاحب کے ارشاد کے مطابق کپور تھلہ میں جا مقیم ہوئے اور وہاں بوجہ اُن کی بزرگی کے ریاست کی طرف سے انکو ایک معقول جاگیر مل گئی- جو اب تک اُن کے جانشینوں کے قبضہ میں ہے- اور آپ کا مکان چپ شاہ کے مکان کے نام سے مشہور ہے-

۱۰- آپ نے پچاس گھماؤں کے قریب ایک لاولد رشتہ دار کی زمین جو وراثتاً آپ کو ملی تھی- ایک یتیم بچہ کو دیدی جو اب تک اس کی اولاد کے قبضہ میں ہے-

آپ کا شجرہ بیعت حسب ذیل ہے-

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

از و شان حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللّٰہ وجہٗ
از و شان حضرت امام حسن رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت امام حسین رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت امام باقر رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت امام موسیٰ علی رضا رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت امام تقی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان خواجہ حسن بصری رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت داؤد طائی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت خواجہ شبلی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت عبدالواحد یمنی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت عبدالعزیز یمنی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت عبدالحسن انصاری رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت خواجہ ابوسعید فخری مخدومی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت میرا حمد صاحب حیات رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت عبدالرضا پاک رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت ابی نصیر الدین صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت ابوالبحر صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت سید علی صاحب سرمد رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت شاہ عنایت صاحب ولائت رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت عبدالملک صاحب دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت شمس حسین صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت سید موسیٰ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت محمد صاحب بغدادی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت خواجہ حسن بغدادی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت علوی صاحب حلبی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت پیر وہاب الدین ابن ابوالفتح ابراہیم ملتانی رح
از و شان حضرت پیر عیش شاہ صاحب باون پیر کروڑی رح
از و شان حضرت نور شاہ صاحب نوری رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت پیر جمال شاہ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت شاہ شیر محمد صاحب نوری رح
از و شان حضرت میراں ذوالفقار شیر تازی رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت شاہ سخی گلاب شاہ صاحب قلندر عارف باللہ رح
از و شان حضرت امام شاہ صاحب نوری رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت سخی قادر نوبہار شاہ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ
از و شان حضرت پیر بخش صاحب المعروف سخی پیر شاہ صاحب اولیاء اللہ رح

شجرہ نسب حسب ذیل ہے-

رائے مہلو خان مورث اعلیٰ اہرانہ
رائے علی شیر خاں صاحب
رائے محمد میرداد خاں صاحب
رائے محمد شیر خانصاحب
رائے محمد بڈن خان صاحب
رائے محمد بوٹن خان صاحب
رائے محمد مدار خان صاحب
رائے محمد اتم خانصاحب
رائے رحیم داد خانصاحب
رائے خان محمد خان صاحب
رائے رسول خان صاحب
رائے گامی خان صاحب
رائے کیسر خان صاحب
رائے پیر بخش صاحب المعروف سخی پیر شاہ صاحب اولیاء اللہ

- رائے سکندر خان صاحب-
  - عطا محمد خان
    - عبدالحمید
  - شیر محمد خان احمدی
    - محمد حسین
    - نیاز احمد
    - عزیز احمد
  - احقر العباد امیر محمد خان احمدی
    - بشیر احمد رشید
      - عبداللہ خان سعید
        - حمید اللہ خان-
    - مبارک احمد
    - محمود احمد
- رائے غلام غوث صاحب

دادا صاحب کے دو بیٹے تھے- بڑے کا نام غلام غوث اور چھوٹے کا نام سکندر خان تھا- جو کہ میرے والد ماجد تھے- دادا صاحب نے بڑے بیٹے کو بوجہ اُن کی اخلاقی کمزوریوں کے بارہ سال تک عاق رکھا- بارہ سال کے بعد

جب اُن کے اخلاق میں اصلاح ہوئی۔ تو آپ نے ہمیشہ کے لئے اپنی تمام جائیداد دو حصّوں میں برابر تقسیم کر دی گویا بڑے بیٹے کو اپنا حق گذران بھی عطا فرما دیا۔ اور آپ چھوٹے بیٹے کے ساتھ رہے۔ جو کہ میرے والد جد تھے۔

والد صاحب میرے دادجی صاحب کے پرلے درجہ کے خدمتگذار تھے۔ اور دادا صاحب کے ساتھ محبّت اور عاشقانہ رنگ رکھتے تھے۔ آپ کو گھوڑی کی رکاب پکڑ کر خود سوار کراتے۔ اور گھوڑی سے خود اتارتے اور چار پائی پر بیٹھا کر آپ کے پاؤں دباتے۔ دہلاتے اور خود اپنے ڈوپٹہ سے گرد صاف کرتے۔ اور جب تک آپ کی تکان نہ اُتر جاتی۔ آپ کی برابر مٹھی چاپی کرتے۔ اور آئے گئے مہمانوں کی تواضع میں کمربستہ رہتے۔

تایا صاحب کے چار بیٹے تھے۔ اور چاروں ہی اپنی اپنی عین جوانی کی حالت میں لا ولد فوت ہو گئے۔

دادا صاحب کی وفات کے بعد میری محترم والدہ نے مزید بارہ سال تک میری رفاقت فرمائی۔ اور میری تعلیم و تربیت میں کوشاں رہیں۔ لیکن دادا صاحب کے انتقال کے بعد ہماری مالی مشکلات بڑھ گئیں۔ بڑے بھائی صاحب اگرچہ ملازم تھے۔ لیکن دادا صاحب کی خوشحالی کی وجہ سے آپ کے زیر سایہ وہ خوش خوری اور خوش پوشاکی کے عادی ہو گئے تھے۔ جسقدر انہیں تنخواہ ملتی تھی۔ اس میں اوروں کی امداد تو درکنار وہ اپنا گذارہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ دوسرے منجھلے بھائی معمولی کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے جس سے ہمارے بڑھے ہوئے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اسی حالت میں ہمیں اپنی چھوٹی ہمشیرہ[1] کی شادی کرنی پڑی جس میں ہم کو اپنے سابقہ وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت کچھ خرچ کرنا پڑا۔

غرض کہ ایسے ہی وجوہات اور معذوریوں کی وجہ سے میں فارسی مڈل سے آگے تعلیم نہ حاصل کر سکا۔

اور آخر ۱۸۹۱ء میں میری نیکدل اور جان سے پیاری شفیق والدہ نے بھی مجھ سے دائمی جدائی اختیار کر لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا آپ پر لاکھوں لاکھ برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے۔ اور آپ کو غریق رحمت کرے۔ آمین۔

(باقی آئندہ)

[1] یہ ہمشیرہ بھی احمدی اور موصیہ تھیں۔ خدا تعالیٰ کا خاص فضل اور احسان ہے۔ کہ اُس کے قبولِ احمدیت اور وصیت کرکے وفات پائی۔

ضرورتِ تائیدِ حق

(از جناب چوہدری ماسٹر محمد علی خان صاحب اشرفؔ احمدی پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ بیرم پور ضلع ہوشیارپور)

ہم پر ہے فضل بے حد یہ کر دیا خدا نے
ہم عاصیوں کو عیسےٰ نازل ہوا بچانے

بگڑی ہوئی تھی ساری امت حالت تھی بیکسی کی
چاروں طرف سے گھیرا اس کو تھا ہر بلا نے

تھا کفر و دہریت کا چاروں طرف تسلط
اس حال بد میں گذرے تھے سینکڑوں زمانے

عالم بگڑ چکے تھے۔ عامل بگڑ چکے تھے
جو بھی ستونِ دین تھے وہ سب ہوئے پرانے

دنیا سے تھی محبت تھی دین سے حقارت
آتے نظر تھے جو کچھ پکڑے تھے وہ ریا نے

مکر و فریب نے تھا پھیلایا جال ہر سو!
لیتے جو کام اس سے کہلاتے وہ سیانے

دینِ محمدی کو وہ کھیل تھے سمجھتے
لاکھوں نکل چکے تھے اِس دین سے گھرانے

دینی امور میں تھا بس ہو رہا تمسخر
ہر سو تھے گائے جاتے دنیا کے ہی ترانے

یاں تک جو پہنچی نوبت آئی خدا کو غیرت
چاروں طرف دبایا دنیا کو پھر وبا نے

جو جو بھی ہاتھ آیا لقمہ اُسے بنایا!
کھا کھا کے تر نوالے لوٹے مزے قضا نے

جو تھے دِلوں کے اندھے جو ہو چکے تھے گندے
آئی پلیگ اُن کا نام و نشان مٹانے

جس جا تھی بُت پرستی اُس کی مٹائی ہستی
جڑھ سے اکھاڑ پھینکا اُس جا کو زلزلہ نے

اس بے رُخی نے ہم کو مردہ تھا بس بنایا
احمد مسیحا بن کے آئے ہمیں جلانے

ایمان جو ہے لایا حق نے اُسے بچایا
پر منکروں کو مارا ہے نخوت و انا نے

بدقسمتی سے اپنی اندھے ہوئے ہیں جاہل
ہو کر جو حق کے دشمن اُس کو لگے ستانے

جو جو بھی بدعتیں تھیں جب اس نے سب مٹائیں
اس مردِ حق کے دشمن سب ہو گئے مُلانے

غمخوار اپنا آیا جس نے ہے حق دکھایا
کچھ قدر کی نہ حق کی اس قومِ بیوفا نے

سب سے بُرے تو وہ ہیں جنہوں نے حق کو پایا
پھر خود لگے وہ حق کے اس نور کو بجھانے

کیوں جان و دل نہ دیویں مہدی پہ اپنے جس نے
دُرہائے بے بہا سے ہیں بھر دیئے خزانے

تم خود ہی یہ بتاؤ کس شان کا وہ ہوگا
جسکو سلام بھیجا ہو آپ مصطفےٰ نے

تاریکیٔ گناہ نے عالم تھا ڈھانپ رکھا
ہے کر دیا منور پر حق کی اِس ضیا نے

ہاں خشک ہو چلا تھا اسلام کا یہ پودا
گر وقت پر سنبھالا ہوتا نہ اِس گھٹا نے

بھنور میں ڈوب جاتی امت کی آج کشتی
ہاں پار جو لگائی ہوتی نہ ناخدا نے

اے قوم جاگ جلدی خوابِ گراں سے اپنی
تجھکو ہے تیرا ہادی اب آگیا جگانے

آیا جو حق تو باطل بھاگا ہے دُم دبا کر
اندھوں کو راہ سیدھی حق آگیا دکھانے

خنزیر مار ڈالے سب توڑ دیں صلیبیں
مہدی مسیح بن کر اس اپنے میرزا نے

عیسیٰ کو آسمان پر بٹھلا رہے ہیں جاہل
جو ہے رسولِ افضل اس کو لگے دبانے

ہیں کہ رہی حدیثیں کہ چودھویں صدی میں
وہ آئیگا مسیحا بھولوں کو راہ بتانے

شمس و قمر نے جس کی رمضاں میں دی شہادت
بتلایا جو نشان تھا خود شاہِ دوسرا نے

غرضیکہ پیشگوئیاں سب ہو چکی ہیں پوری
ہم لے آئے ہیں ایمان مانے کوئی نہ مانے

آقا ہے وہ ہمارا ہم ہیں غلام اس کے
محبوب وہ ہمارا بھیجا جو ہے خدا نے

جو کام ہو نہ سکتا مل کر ہزار کرتے
وہ کام کر دکھایا مِرزا کی اک دعا نے

دیکھے حسین لاکھوں دل میں جچے نہ ہرگز
تڑپا دیا ہے دل کو اس ایک خوش ادا نے

لاکھوں ہوئے ہیں شیدا حسن و ادا پہ اس کے
مستانے سب بنائے اُس کی ہیں اک نگہ نے

کیا بدنصیب ہیں وہ جنہوں نے منہ ہے پھیرا
جن کو تھا جامِ وحدت ساقی لگا پلانے

اس قوم نے اگرچہ اُس کا ہے ساتھ چھوڑا
چھوڑا نہ ساتھ پھر بھی ہمدرد و آشنا نے

اشرفؔ تجھے دکھائی مولا نے راہ سیدھی
تجھکو کسی سے کیا ہے تو چھوڑ سب فسانے

اشرفؔ تجھے دکھائی مولا نے راہ سیدھی
تجھکو کسی سے کیا ہے تو چھوڑ سب فسانے